أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ

یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی آپ ان کی سیرت اتباع کیجئے

القرآن الحکیم

نعمان رحمہ اللہ اور قرآن

امام عالی مقام حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قرآن کریم سے عشق ومحبت
اور انتہائی تعلق ولگاؤ سے متعلق واقعات پر مشتمل ایک اچھوتی تحریر

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ
ومدیر صُفّہ ٹرسٹ محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور

صُفّہ ٹرسٹ لاہور

سلسلۂ اشاعت نمبر 19

نام کتاب: .... نعمان اور قرآن

مصنف: .... حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم

تاریخ اشاعت: .... رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ / اکتوبر 2006ء

باہتمام: .... صفہ ٹرسٹ محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور

☆ ملنے کے پتے ☆

مکتبہ قاسمیہ ۱۷، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

شیخ الہندؒ لائبریری، جامع مسجد عثمانؓ موہنی روڈ لاہور

ناشران خاوران، ۳ محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور

حمیدہ سراج میموریل فری ڈسپنسری ۳۷ ساندہ روڈ لاہور

ادارہ فاطمیہ، ۴۳ اے، ساندہ روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دربارِ شہنشہی سے خوشتر
مردانِ خدا کا آستانہ

فہرست مضامین

حرفِ چند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزشتہ سال کی بات ہے کہ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر ختم قرآن کے موقع پر بعض مقامات میں عظمتِ قرآن سے متعلق بیان کرنے کا موقع ملا تو دیگر اَسلاف واَکابر کے واقعات کے ساتھ ساتھ امام عالی مقام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے واقعات بھی کثرت کے ساتھ بیان ہوئے، اُن واقعات میں امام عالی مقام کا قرآن سے والہانہ تعلق، آپ کا ذوقِ تلاوت، کثرتِ عبادت، قرآن سے اثرانگیزی وغیرہ اِس انداز سے ذکر کیے گئے کہ اس سے امام عالی مقام کا مرتبہ ومقام بھی سامنے آیا اور مسلکِ اَحناف بھی اُجاگر ہوا، بعد میں ناچیز نے بعض علماء کے سامنے اِن واقعات کو ذکر کر کے اُن سے اِن کی تصویب چاہی تو اُنہوں نے نہ صرف تصویب وتائید کی بلکہ اس پر زور دیا کہ انہیں کتابی شکل میں شائع کیا جائے تا کہ اِن سے استفادہ عام ہو، راقم الحروف نے اُن علماء کے اصرار پر وعدہ کیا کہ انشاء اللہ میں انہیں ضرور ترتیب دوں گا لیکن انتہائی مصروفیت کی وجہ سے سارا سال اسی طرح گزر گیا اور ترتیب کا موقع نہ مل سکا، رمضان شروع ہوا تو پھر بعض اَحباب بالخصوص عزیزم عابد سلّمہٗ کا تقاضا ہونے لگا کہ اِنہیں ترتیب دے دیں تا کہ شائع کیا جا سکے، اللہ تعالیٰ کی توفیق

اور مدد سے ناچیز نے اُن مضامین کو مستحضر کر کے ترتیب دینا شروع کر دیا اور بہت جلد یہ مضامین ایک رسالہ کی شکل میں مرتب ہو گئے۔

حسنِ اتفاق سے اِن دنوں حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب دامت برکاتہم کراچی سے تشریف لائے ہوئے تھے اور خانقاہ سیّد احمد شہیدؒ میں مقیم تھے، راقم الحروف نے یہ مضامین حضرت کو سنائے آپ نے سن کر تائید وتصویب فرمائی بعض مقامات پر اصلاح بھی فرمائی، احقر نے حضرت سے اس پر کچھ تائیدی کلمات لکھنے کی درخواست کی تو حضرت نے کرم فرمائی کی اور تائید وتقریظ بھی لکھ کر عنایت کی فجزاھم اللّٰہ تعالٰی خیرا لجزاء، اب یہ مضامین بفضلہٖ تعالٰی ''نعمان اور قرآن'' کے عنوان سے شائع کیے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ ان کو شرفِ قبول عطا فرما کر ناچیز کی مغفرت اور عوام الناس کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

اخوکم فی اللہ

نعیم الدین

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

کلماتِ خیر

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ،اما بعد

ہمارے کرم فرما مولانا نعیم الدین ، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کے فاضل اور اس جامعہ کے مشہور اُستاذ ہیں ، موصوف نے ایک رسالہ ، جس کا عنوان ''نعمان اور قرآن'' رکھا ہے ، میں ایسے تلاوتِ قرآن کے دلدادہ صحابہؓ اور تابعین کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے قرآن مجید ایک رات میں دو رکعات کے اندر ختم کیا۔ خلفاء راشدین حضرات عمرؓ و عثمانؓ ، حفاظِ حدیث ، مفسرین و ائمہ مجتہدین کا یہ عمل اُن کے قرآن سے شغف اور محبت کا آئینہ دار ہے ، یہ تو بڑی سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے اور بعض فقہاء ، مفسرین اور پیشوایانِ اُمت نے خود بیت اللہ کے اندر یہ مبارک عمل سرانجام دیا ہے جو اُمت کے لیے نماز میں قرآن کی تلاوت کی طرف راہنمائی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے ، ایسے ائمہ و فقہاء کو شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں ''لسانِ صدق'' (ان کا ذکرِ جمیل اُمت میں عام کر رکھا ہے منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۷۷ مطبع مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور) قرار دیا ہے۔

بعض کم فہم اس مبارک عمل کو اپنی بے بصیرتی و بدبختی کی وجہ سے بدعت

قرار دیتے ہیں، یہ کوئی اچھی بات نہیں، اللہ سے باتیں کرنا، شب بیداری کرنا، اس کے کلام کو پڑھنا جس کے ہر ہر حرف پر دس نیکیوں کا حق تعالٰی نے وعدہ کیا ہے اس کو بدعت قرار دینا بڑی زیادتی ہے، اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے،

مولانا نے اس رسالہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ قرآن کی تلاوت کے ان لذت آشناؤں کے اس طرزِ عمل کو اُمت نے ہمیشہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اس پر ایک جماعت ہمیشہ سے عمل پیرا رہی ہے۔

اللہ تعالٰی نے چونکہ روح میں وُسعت رکھی ہے اس لیے خاصانِ خدا کے اوقات میں بھی ایسی وسعت اور برکت کر دی جاتی ہے کہ وہ تھوڑے سے وقت میں بھی بہت بڑا کام بخیر وخوبی کر گزرتے ہیں، یہ بڑی برکت اور سعادت کی بات ہے، سچ کہا ہے امداد صابریؒ نے

؎ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہ ایسے خاصانِ خدا کا عمل ہے جن کو ائمۂ جرح وتعدیل نے مقبولانِ بارگاہ میں شمار کیا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے ائمہ ومفسرین نے ان کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز روا نہیں رکھے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ائمہ جرح وتعدیل میں شمار کیا گیا ہے اور یہ ان کے ثقہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی (المتوفیٰ ۱۳۰۴) نے عربی میں اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی

ہے جو شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ کی تحقیق کے ساتھ بیروت سے شائع ہو گئی ہے اہلِ علم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

ہمیں مولانا نعیم الدین کا ممنون ہونا چاہیے کہ اُنہوں نے اس قسم کے شکوک وشبہات کا بہ حسن وخوبی ازالہ کیا ہے، ہر شخص جو اس رسالہ کو پڑھے گا اُسے انشاءاللہ حق تک رسائی بخوبی ہو جائے گی، مجھے اُمید ہے کہ اس رسالہ سے پڑھے لکھے اور عام لوگوں کو یکساں طور پر فائدہ ہو گا۔

ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی
رئیس شعبہ تخصص علومِ حدیث
جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی
۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ
وارد حال لاہور، خانقاہ سیّد احمد شہیدؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ائمہ مجتہدین میں امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔

آپ جلیل القدر تابعی تھے

آپ حافظ القرآن تھے

آپ حافظ الحدیث تھے

آپ محدث تھے

آپ فقیہ بلکہ سید الفقہاء تھے

آپ مجتہد مطلق تھے

آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد وزاہد تھے

آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے متقی و پرہیز گار تھے

آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے زیرک اور عقلمند تھے

آپ مجدد تھے

آپ متکلم تھے

آپ علمِ شریعت کے مُدَوِّنِ اَوَّل تھے

آپ مجاہد فی سبیل اللہ تھے

آپ محبِّ اہل بیت تھے

آپ شہیدِ اہل بیت تھے

آپ اُمتِ محمدیہ کے امام اعظم تھے

ان کے علاوہ بھی آپ میں بہت سی خوبیاں تھیں ایک بڑی خوبی آپ میں یہ بھی کہ آپ عاشقِ قرآن تھے، آپ کا نام نامی نُعمان تھا، نعمان اور قرآن میں چولی دامن کا ساتھ تھا، ذیل کی سطور میں امام عالی مقام کے عشقِ قرآن کا تذکرہ ''نُعمان اور قُرآن'' کے عنوان سے کیا جارہا ہے۔ اِس سے قارئین جہاں امامِ عالی مقام کے عشقِ قرآن کا کچھ اندازہ کرسکیں گے وہیں قارئین کے سامنے آپ کا مرتبہ ومقام بھی آئے گا اور آپ کے معاندین ومخالفین کی جانب سے آپ پر ڈالی جانے والی گرد بھی صاف ہوگی۔

امام عالی مقام کا ذکر قرآن میں:

ائمۂ مجتہدین میں امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کو یہ شرف اور یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کا ذکر قرآن کریم میں اشارتاً آیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے۔

وَ آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
(سورۂ جمعہ آیت ۳)

اور (مبعوث فرمایا آپ کو) دوسرے لوگوں کے لیے بھی جو آئندہ اُن میں شامل ہونے والے ہیں لیکن ابھی تک وہ اُن میں شامل نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

عنہ کے حوالے سے ایک حدیث شریف نقل کی ہے اس حدیث میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّايَلْحَقُوْا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰه فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَأَلَ ثَلٰثًا وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ وَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ اَوْرَجُلٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ"[1]

ہم نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی، جب آپ نے وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کی تلاوت کی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم اس آیت میں مذکور لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ حضور علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ میں نے آپ سے تین بار یہی سوال کیا' ہم میں سلمان فارسیؓ بھی موجود تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس سلمان فارسیؓ (کے شانے) پر رکھا اور فرمایا: اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوا تو کچھ لوگ یا ایک شخص اِن فارسی نسل کے لوگوں میں سے اُسے ضرور حاصل کر لے گا۔

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۷۲۷ باب قولہ تعالیٰ وآخرین منھم، مسلم ج ۲ ص ۳۱۲ باب فضل فارس

علامہ سیوطی شافعیؒ، حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ، علامہ ابن حجر ہیتمی شافعیؒ وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ اِس حدیث شریف کا اوّلین مصداق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی ذاتِ گرامی[1] ہے۔ اور یہ حدیثِ مبارک چونکہ آیت کریمہ کی تفسیر میں وارد ہوئی ہے اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

---

[1] دیکھئے تبییض الصحیفہ اور الخیرات الحسان وغیرہ، امام سیوطیؒ وغیرہ نے جو اس حدیث پاک کا اوّلین مصداق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قرار دیا ہے وہ بالکل صحیح ہے، حقیقت یہی ہے کہ اس حدیث کا اولین مصداق امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ احناف ہی بنتے ہیں جس کی متعدد وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ حدیث پاک کی بہت سی کتابوں میں آئی ہے اِن تمام روایات کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بشارت کا مصداق بننے کے لیے فارس وعجم کا رہائشی ہونا کافی نہیں بلکہ فارسیُ النَّسل ہونا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں اَبْنَاءِ فَارِسُ کی صاف تصریح موجود ہے اور ظاہر ہے کہ تَـوَطُّـنْ (کسی جگہ کو وطن بنا لینے) سے نسل نہیں بدلا کرتی، اس بات کو سامنے رکھیے اور دیکھیے کہ ائمہ اربعہ میں سے فارسی نسل کون ہے؟ حضرت امام مالک رحمہ اللہ خالص عرب خاندان سے تھے کیونکہ آپ یمن کے شاہی خاندان حِمْیَر کی شاخ اَصْبَحْ سے تعلق رکھتے تھے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی عربی النسل ہیں کیونکہ آپ والد کی طرف سے ہاشمی ومطلبی ہیں، اور والدہ کی طرف سے اَزْدِیُ ہیں، اَزْدَ یمن کا ایک ممتاز ومشہور قبیلہ ہے، ایسے ہی حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی عربی النسل ہیں کیونکہ آپ عرب کے مشہور قبیلہ شَیْبَانْ سے تعلق رکھتے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ میں فقط امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی فارسی النسل ہیں اس لیے اس بشارت کا اوّلین مصداق آپ ہی کی ذات بابرکات ہوسکتی ہے، اگر محدثین میں غور کیا جائے تو اُن میں صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے بجز امام بخاریؒ اور امام ابن ماجہؒ کے کسی اور کا فارسی النسل ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ امام مسلمؒ قُشَیْـرِیُ ہیں جو عرب کے مشہور قبیلہ بنـو قُشَیْرُ کی طرف منسوب ہے، امام ابوداؤد اَزْدِیُ ہیں، امام ترمذی سُلَمِیُ ہیں۔ ان کے علاوہ امام حاکم ضَبِّیُ ہیں، امام دارِمی منسوب ہیں دارِمْ کی طرف جو قبیلہ تمیم کی مشہور شاخ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں جو فرمایا گیا ہے کہ ''اگر ایمان (اور بعض روایات ←

ایک سوال کا جواب:

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اس آیت میں امام ابوحنیفہؒ کا نام تو آیا نہیں اس لیے یہ کیسے باور کیا جائے کہ اس میں اُن کا ذکر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کا عام اسلوب یہ ہے کہ اس میں انبیاءِ کرام کے علاوہ ممدوح شخصیات

← کے مطابق علم) ثریا کے پاس بھی ہوا تو کچھ لوگ یا ایک شخص ایسا ہوگا جو اُسے پالے گا'' اس سے اشارہ ہے اجتہادِ کامل اور ملکۂ استنباطِ مسائل کی طرف کیونکہ یہی وہ راہ ہے جو دشوار سے دشوار تر ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس راہ پر جتنا عبور امام اعظم اور ائمہ احناف کو رہا ہے اتنا کسی اور کو نہیں رہا اس لیے اس حدیث پاک میں وارد بشارت کا اولین مصداق بننے کے مستحق بھی وُہی بنتے ہیں

تیسری وجہ یہ ہے کہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عجم کی خاک سے جتنے بھی بڑے لوگ پیدا ہوئے خواہ وہ اہل سیف ہوں یا اہل قلم، صوفیاء ہوں یا علماء اُن میں اکثریت احناف ہی کی رہی ہے۔"وللاکثر حکم الکل"

چوتھی وجہ یہ ہے کہ فارس وعجم میں جو قبولِ عام حنفی مذہب کو حاصل ہوا وہ دوسرے مذاہب میں سے کسی کو بھی نصیب نہ ہو سکا۔ یہ خود اس بات کی نشانی ہے کہ اس حدیث پاک میں وارد بشارت کا اوّلین مصداق امام اعظمؒ اور ائمہ احناف ہی بنتے ہیں، علامہ ابن حجر ہیتمی شافعیؒ (م:۹۷۴ھ) فرماتے ہیں "قال بعض تلامذة الجلال وما يجزم به شيخنا من ان الامام اباحنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شك فيه لانه لم يبلغ احد اى فى زمنه من ابناء فارس فى العلم مبلغه ولا مبلغ اصحابه وفيه معجزة ظاهرة للنبى صلى الله عليه وسلم حيث اخبر بما يقع، وليس المراد بفارس البلد المعروف بل جنس من العجم وهم الفرس "(الخیرات الحسان) یعنی علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے ایک شاگرد (علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ) کا کہنا ہے کہ ہمارے شیخ (علامہ سیوطیؒ) جو قطعیت کے ساتھ بیان کر رہے ہیں کہ حدیث سابق (اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا الخ) سے مراد امام ابوحنیفہؒ ہیں یہ بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں ان کے علم کی انتہاء کو بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کے شاگردوں کے مبلغ علم کو بھی کوئی نہیں پہونچ سکا، اس بشارت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے کہ آپ نے (پہلے سے) ایک ایسی بات کی خبر دے دی جو آئندہ چل کر واقع ہونے والی تھی، اور فارس سے کوئی خاص شہر مراد نہیں ہے بلکہ عجم کی ایک جنس مراد ہے جو فارسی النسل ہوتے ہیں،

کا ذکر نام لیے بغیر ہی آتا ہے، چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ قرآن پاک میں حضرت ابوبکر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کا متعدد مقامات میں ذکر ہے لیکن نام دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک کا بھی نہیں ہے اس لیے اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نام قرآن پاک میں نہ ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

امام عالی مقام اور تلاوتِ قرآن:

امام عالی مقام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو تلاوتِ قرآن کریم کا ایک خاص ذوق حاصل تھا اور آپ اس کثرت سے تلاوت کیا کرتے تھے کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، عموماً آپ تلاوتِ قرآن نماز میں کیا کرتے تھے جب بھی اور جہاں بھی آپ کو موقع ملتا آپ ذوقِ تلاوت کو نماز میں پورا فرما لیتے،

محمد بن فرات فرماتے ہیں کہ

"ایک دفعہ ہم نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ آپ جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لائے، نماز جمعہ سے پہلے بیس رکعتیں پڑھیں اور اُن میں پورا قرآن پاک ختم کر لیا[1]"

یوسف بن عدیؒ کا کہنا ہے

"ہمیں قاضی ابویوسفؒ نے بتلایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے[2]"

خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں

"حرمِ کعبہ میں چار بزرگوں نے (ایک رکعت میں) پورا قرآن

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق صفحہ ۲۱۸ [2] ایضاً صفحہ ۲۱۹

پاک ختم کیا ہے وہ چار بزرگ یہ ہیں حضرت عثمان غنیؓ، حضرت تمیم داریؓ، حضرت سعید بن جُبیرؒ، حضرت امام ابو حنیفہؒ[1]"

امام عالی مقام حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے متعلق تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی ہے، آپ کا معمول تھا کہ روزانہ تہجد میں ایک قرآن ختم کرتے تھے[2]، رمضان المبارک میں اس معمول میں اضافہ ہو جاتا تھا، چنانچہ رمضان المبارک میں آپ اکسٹھ قرآن پاک ختم کرتے تھے ایک دن میں ایک رات میں اور ایک تراویح میں[3]،

عبید اللہ بن اُسید اخنسی کا کہنا ہے کہ

"امام ابو حنیفہؒ کا معمول تھا کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تھا تو آپ اپنے آپ کو تلاوتِ قرآن کریم کے لیے فارغ کرلیا کرتے تھے، اور جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تھا تو یہ حالت ہو جاتی تھی کہ کم ہی کسی کو آپ سے بات کرنے کا موقع ملتا تھا[4]"

علامہ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"یُرْوٰی اَنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ خَتَمَ الْقُرْاٰنَ سَبْعَةَ آلافِ مَرَّةٍ[5]"

مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سات ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا ہے،

علامہ ذھبیؒ کی اس تحریر سے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس پر غور

---

1. مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق صفحہ ۲۱۵ 2. ایضا صفحہ ۲۱۳ و سیر اعلام النبلاء جلد ۶ صفحہ ۳۹۹ و صفحہ ۴۰۰
3. الخیرات الحسان صفحہ ۸ 4. مناقب موفق صفحہ ۲۱۸ 5. سیر اعلام النبلاء جلد ۶ صفحہ ۴۰۰

نہیں فرمایا اور یہ بات ویسے ہی نقل فرما دی کیونکہ امام عالی مقام کے صرف چالیس سالہ معمول کا حساب لگایا جائے تو تقریباً پندرہ ہزار چھ سو قرآن بنتے ہیں۔

امام عالی مقام کا تہجد میں قیام وقراءت کے لیے خاص اہتمام:

امام عالی مقام روزانہ تہجد میں جو قیام وقراءت کرتے تھے اس میں آپ کا کیا انداز اور کیا اہتمام تھا ایک سرسری نظر اس پر بھی ڈالتے چلیں

مِسْعَرُ بِنْ کِدَامؒ فرماتے ہیں

”میں ایک رات جامع مسجد (کوفہ) گیا تو دیکھا کہ ایک صاحب نماز پڑھ رہے ہیں ”فَاسْتَحْلَيْتُ قِرَائَتَه“ مجھے ان کی قراءت بہت ہی اچھی لگی، ان صاحب نے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا تو میں نے جی میں کہا کہ یہ اب رکوع کر دیں گے لیکن انہوں نے قرآن کا ایک تہائی حصہ پڑھ دیا، پھر نصف قرآن پڑھ لیا، وہ صاحب مسلسل پڑھتے رہے حتّٰی کہ انہوں نے ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا، میں نے غور سے دیکھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ ہیں، رحمہ اللہ[۱]“

مسعر بن کدامؒ کا کہنا ہے کہ

”امام ابوحنیفہؒ نے اپنے لیے ایک لباس خاص طور پر بنوایا تھا جو آپ کے دوسرے لباس کی نسبت بہت ہی عمدہ تھا، ڈیڑھ ہزار درہم سے زیادہ اس کی مالیت تھی، جب لوگ عشاء کی

---

۱. مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق صفحہ ۲۱۴

نماز پڑھ کر سو جاتے تو آپ عام لباس اُتار کر یہ لباسِ فاخرہ زیبِ تن فرماتے، عطر لگاتے اور نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی، آپ سے کسی نے کہا کہ ایسا لباس تو لوگ بادشاہ کے پاس جاتے وقت پہنا کرتے ہیں یا کسی بڑے مجمع میں شرکت کے وقت پہنتے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ کے حضور میں کھڑے ہونے کے لیے زیب وزینت اختیار کرنا لوگوں کے لیے زیب وزینت اختیار کرنے سے بدرجہا بہتر ہے[۱]"

شیخ ابو حفصؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "میں سنا کرتا تھا کہ امام ابو حنیفہؒ رات کو ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیتے ہیں، مجھے خواہش ہوئی کہ میں خود جا کر دیکھوں چنانچہ میں نے اپنے آپ کو اس کام کے لیے فارغ کرلیا اور مسلسل دس راتیں میں آپ کی مسجد میں آتا رہا اور آپ کی نگرانی کرتا رہا، آپ کا معمول تھا کہ جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہوتے تو گھر تشریف لے جاتے، کچھ دیر گھر قیام فرماتے حتیٰ کہ لوگوں کے سونے کا وقت ہو جاتا اس وقت آپ نیا اور قیمتی لباس زیبِ تن فرماتے اور مسجد میں تشریف لے آتے، پہلے آپ مختصر سی دو رکعت پڑھتے پھر دوسری رکعتیں شروع فرماتے جن میں سے پہلی رکعت میں

---

[۱] مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق صفحہ ۲۱۶

پورا قرآن پڑھ لیتے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ
اخلاص پڑھتے۔ پھر آپ واپس گھر چلے آتے اور نماز فجر کے
وقت گھر سے نکلتے۔ لوگوں کا یہ خیال ہوتا کہ آپ نے رات
گھر ہی گزاری ہے اور نماز کے وقت تشریف لائے ہیں[۱]''

صاحبِ درمختار علامہ علاء الدین الحصکفی (م:۱۰۸۸ھ) فرماتے ہیں
''حضرت امام ابو حنیفہ نے چالیس برس عشاء کے وضو سے
فجر کی نماز پڑھی، پچپن حج کیے اور سو مرتبہ خواب میں اپنے
رب کی زیارت کی جس کا قصہ معروف و مشہور ہے[۲] آپ نے

---

[۱] مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق صفحہ ۲۲۸ [۲] علامہ حصکفیؒ نے حضرت امام صاحبؒ کے خواب کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ واقعہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نے اللہ رب العزت کی خواب میں ننانوے مرتبہ زیارت کی، میں نے اپنے جی میں کہا کہ اگر سوویں مرتبہ زیارت ہوئی تو میں اللہ تعالیٰ سے پوچھوں گا کہ آپ کی مخلوق قیامت کے دن آپ کے عذاب سے کیوں کر نجات پا سکتی ہے، امام صاحب فرماتے ہیں، میں نے اللہ تعالیٰ کی خواب میں زیارت کی تو عرض کیا ''یا رب عز جارک وجل ثنائک وتقدست اسمائک بم ینجو عبادک یوم القیمة من عذابک ؟ اے مولیٰ جس کا قرب عزیز ہے جس کی ثنا عظیم ہے جس کے اسماء گرامی مقدس ہیں آپ کے بندے قیامت کے دن آپ کے عذاب سے کیوں کر نجات پا سکتے ہیں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: جو شخص صبح و شام یہ دعاء پڑھ لے گا وہ میرے عذاب سے نجات پالے گا (وہ دعاء یہ ہے) سبحان الابدی الابد، سبحان الواحد الاحد، سبحان الفرد الصمد، سبحان رافع السماء بلا عمد، سبحان من بسط الارض علی ماء جمد، سبحان من خلق الخلق فاحصاھم عدد، سبحان من قسم الرزق ولم ینس احد، سبحان الذی لم یتخذ صاحبة ولا ولد، سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد'' (رد المحتار جلد ۱ صفحہ ۵۱ و عقود الجمان صفحہ ۳۶۵)

اپنے آخری حج میں ایک رات بیت اللہ کے دربانوں سے بیت اللہ کے اندر جانے کی اجازت لی، اجازت ملنے پر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دو ستونوں کے درمیان نماز کے لیے قیام فرمایا، آدھا قرآن داہنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اور دوسرا آدھا بائیں پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا اور پورا قرآن ختم کر لیا، نماز کا سلام پھیر کر آپ روتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یوں مناجات کرنے لگے، الٰہی تیرا یہ ضعیف وناتواں بندہ تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا گو کہ اُسے کما حقہ تیری معرفت حاصل ہو گئی ہے، الٰہی اپنی کمالِ معرفت کے صدقہ عبادت میں ہونے والی کمی کو معاف فرما دے، بیت اللہ کے ایک کونہ سے ہاتفِ غیبی نے ندا کی کہ تم نے کَمَا حَقُّهٗ ہماری معرفت بھی حاصل کی اور خوب اخلاص کے ساتھ عبادت بھی کی، ہم نے تمہیں بھی بخشا اور قیامت تک جو تمہارے مذہب پر رہیں گے اُنہیں بھی بخش دیا[۱]''

مفضل بن صدقہ کا کہنا ہے کہ

''حضرت امام ابوحنیفہؒ جب رات کو (تہجد کی) نماز پڑھتے تو خوفِ خداوندی کی وجہ سے اس قدر روتے کہ آپ کے رونے کی آواز پڑوسیوں کو جاتی اور اُنہیں آپ پر ترس آنے لگتا[۲]''

---

۱ الدر المختار مع حاشیہ الرد المحتار جلد ۱ صفحہ ۵۱، عقود الجمان صفحہ [illegible] ۲ مناقب موفق صفحہ ۲۱۸

علامہ محمد بن یوسف الصالحیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ھذلی کی کتاب الکامل میں ہے کہ جب امام ابو حنیفہؒ کی وفات ہوگئی تو آپ کے پڑوسی کے بچے نے باپ سے پوچھا: ابا جی وہ لکڑی کا ستون کہاں چلا گیا جو میں روزانہ رات کو امام ابو حنیفہؒ کے گھر کی چھت پر دیکھا کرتا تھا؟ باپ بولا، بیٹا وہ لکڑی کا ستون نہیں تھا وہ تو دین و شریعت کا ستون ابو حنیفہ تھے (جن کا انتقال ہو گیا ہے[1])''

امام عالی مقام پر اعتراضات کے جوابات:

دنیا کا ضابطہ ہے کہ جتنی بڑی شخصیت ہوتی ہے اُس شخصیت پر اُتنے ہی زیادہ اعتراضات کیے جاتے ہیں اس ضابطہ کے تحت امام عالی مقام پر بھی اعتراضات کیے گئے، کیے جارہے ہیں اور نہ جانے کب تک کیے جاتے رہیں گے۔ اعتراضات اگر علم و تحقیق پر مبنی اور غور و تدبر کی نیت سے ہوں تو اس سے علم و عمل کی راہیں کھلتی ہیں لیکن اگر معترض بغض و حسد کا شکار ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ امام عالی مقام پر کیے جانے والے اکثر اعتراضات بغض و حسد اور جہالت و سفاہت کا شاخسانہ نظر آتے ہیں اس سے امام صاحب کا تو کچھ نہیں بگڑتا ہاں خود معترض کی اپنی عاقبت برباد ہوتی ہے۔ خیر امام عالی مقام کے بارہ میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے چالیس سال عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ساری رات جاگتے رہے اور اللہ کی عبادت کرتے رہے تو

---

[1] العقود الجمان صفحہ ۲۲۲

اس پر معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام صاحب کا ایسا کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ اللہ کے نبی تو ساری رات نہیں جاگتے تھے،

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض معترضین کی احادیثِ مبارکہ سے نادانی اور بدعت کی حقیقت سے ناواقفیت پر مبنی ہے، اگر معترضین ذخیرہ حدیث پر مطلع، بدعت کی حقیقت سے آشنا اور اَسلاف کے حالات سے باخبر ہوتے تو کبھی یہ اعتراض نہ کرتے، ساری ساری رات جاگنا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں وقت گزارنا تو خود نبی علیہ السلام، صحابہ کرامؓ اور تابعین و تبع تابعین سے ثابت ہے ایسی صورت میں ساری رات جاگ کر طاعت و عبات میں وقت گزارنے کو غیر صحیح اور بدعت قرار دینا کس طرح درست ہوسکتا ہے' ذیل میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، صحابہ کرام اور اَسلافِ اُمت کی طاعت و عبادت کے حالات وواقعات بطور مشتے نمونہ ذکر کیے جاتے ہیں تا کہ قارئین کا ایمان و یقین مضبوط اور اَسلافِ اُمت سے ان کی عقیدت و محبت مزید سے مزید تر ہو،

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ حضرت امام احمدؒ کی سند سے یہ حدیث ذکر کرتے ہیں

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہ عَنْهُ قَالَ	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللہ عَلَیْهِ	کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک
وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَقَرَأَ بِآ یَةٍ حَتّٰی	رات نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو صبح
اَصْبَحَ یَرْکَعُ بِهَاوَ یَسْجُدُ بِهَا	تک نماز میں ایک ہی آیت پڑھتے
اِنْ تُعَذِّ بْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ	رہے حتی کہ رکوع سجود میں بھی وہی



تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا زِلْتَ تَقْرَأُ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى أَصْبَحْتَ تَرْكَعُ بِهَا وَ تَسْجُدُ بِهَا؟ قَالَ إِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ الشَّفَاعَةَ لِأُمَّتِيْ فَأَعْطَانِيْهَا وَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لِمَنْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا[1]،

....

....

آیت پڑھتے رہے یعنی إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے کہ جناب رات نماز میں حتی کہ رکوع وسجود میں بھی مسلسل یہی آیت تلاوت فرماتے رہے یہاں تک صبح ہوگئی۔ فرمایا: میں اپنے رب تعالیٰ سے اپنی اُمت کے حق میں سفارش کا سوال کرتا رہا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سفارش کا حق دے دیا اب یہ سفارش انشاء اللہ ہر اس شخص کو حاصل ہو جائے گی جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا،

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مقام پر ایک اور حدیث بھی نقل فرمائی ہے جسے طوالت کی وجہ سے پس انداز کیا جاتا ہے

مذکورہ حدیث مبارک سے صاف طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری رات جاگنا اور نماز پڑھتے رہنا ثابت ہو رہا ہے،

لیجیے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایے

"عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَخْبِرِيْنِيْ بِأَعْجَبِ مَا رَأَيْتِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[1] تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن الکثیر ج ۲ صفحہ ۱۲۱

قَالَتْ: وَاَیُّ شَأْنِه لَمْ یَکُنْ عَجَبًا؟ اِنَّهٗ اَتَانِیْ لَیْلَةً فَدَخَلَ مَعِیَ لِحَافِیْ ثُمَّ قَالَ ذَرِیْنِیْ اَتَعَبَّدُ لِرَبِّیْ، فَقَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ فَبَکٰی، حَتّٰی سَالَتْ دُمُوْعُهٗ عَلٰی صَدْرِه، ثُمَّ رَکَعَ فَبَکٰی، ثُمَّ سَجَدَ فَبَکٰی، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَبَکٰی فَلَمْ یَزَلْ کَذٰلِکَ حَتّٰی جَاءَ بِلَالٌ یُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ، فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا یُبْکِیْکَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا، وَلِمَ لَا اَفْعَلُ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیَّ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ[1]''

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سب سے زیادہ عجیب بات دیکھی ہو وہ بتلایے، فرمایا آپ کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی؟ ایک دفعہ ایسے ہوا کہ آپ رات کو میرے پاس تشریف لائے اور میرے ساتھ ہی میرے

---

[1] اخرجہ عبد بن حمید وابن ابی الدنیا فی کتاب التفکر وابن حبان فی صحیحہ وابن مردویہ، والاصبہانی فی کتاب الترغیب والترھیب وابن عساکر بحوالہ اقامۃ الحجۃ صفحہ ۱۱۲

لحاف میں آرام فرمانے لگے، پھر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑو میں اپنے رب کی عبادت میں لگتا ہوں، چنانچہ آپ اُٹھے وضوء کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے قیام میں آپ اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سینے پر بہنے لگے، پھر آپ نے رکوع کیا اُس میں بھی روتے رہے پھر آپ نے سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی روتے رہے پھر سجدہ سے سر اُٹھایا اور روتے رہے آپ کی ساری رات اسی طرح روتے ہوئے گزر گئی، حتی کہ حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نمازِ فجر کی اطلاع کی، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی سب خطاؤں کو معاف فرما چکے ہیں آپ نے فرمایا: کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور میں کیسے شکر گزار بندہ نہ بنوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس رات یہ آیات نازل فرمائی ہیں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

مذکورہ حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ پچھلی حدیث سے بالکل مختلف ہے اس حدیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ساری رات جاگ کر نماز پڑھتے ہوئے گزارتے تھے،

حدیث شریف میں آتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَ دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَ اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ"[1]

جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو جاگ کر گزارتے، گھر والوں کو بھی جگاتے عبادت میں خوب کوشش کرتے اور کمرِ ہمت کس لیتے،

اس حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان کے آخری عشرہ میں ساری ساری رات جاگنا اور طاعت وعبادت کرنا ثابت ہو رہا ہے،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ایسے ہیں جن سے ساری رات جاگنا اور طاعت وعبادت میں گزارنا ثابت ہے چنانچہ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں علامہ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں كَانَ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ فَلَا يَزَالُ يُصَلِّىْ اِلَى الْفَجْرِ[2]" آپ عشاء کی نماز پڑھا کر گھر تشریف لاتے اور فجر تک نماز پڑھتے رہتے،

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے مروی ہے کہ جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا اور آپ کو قتل کرنا چاہا تو اُنہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ ساری رات جاگ کر گزارتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر لیتے تھے آگے تمہاری مرضی ہے کہ اُنہیں شہید کر دیا چھوڑ دو[3]

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ساری

---

[1] مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۷۲، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ [2] البدایہ والنھایہ جلد صفحہ [3] حلیۃ الاولیاء بحوالہ اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۰

رات جاگ کر نماز پڑھتے ، پھر پوچھتے کہ نافع سحر کا وقت ہوگیا؟ میں کہتا کہ نہیں تو پھر نماز شروع کر دیتے پھر پوچھتے کہ نافع سحر کا وقت ہوگیا؟ میں کہتا کہ ہاں تو آپ بیٹھ کر صبح تک اللہ کے حضور میں استغفار کرتے اور دعا کرتے رہتے[۱]

یہی حال حضرت تمیم داریؓ کا تھا کہ ساری رات جاگ کر گزارتے تھے بسا اوقات ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتے ہوئے صبح ہو جاتی تھی۔ آپ ایک رکعت میں پورا قران ختم کر لیتے تھے[۲]۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں صاحب حلیۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ "آپ رات کو بستر پر تشریف لاتے تو خوف کے مارے کروٹیں بدلتے رہتے اور نیند نہ آتی ، اللہ کے حضور میں عرض کرتے کہ الٰہی جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اڑا دی ہے، پھر آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے[۳]"

صحابہء کرام کے ساتھ ساتھ تابعین اور تبع تابعین کا بھی یہی حال تھا۔

سید التابعین حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں ابو نعیم اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ "آپ نے پچاس برس عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی تھی[۴]"

ابوالمعتمر سلیمان تیمیؒ کے بارہ میں ابو نعیمؒ لکھتے ہیں کہ "آپ چالیس برس جامع مسجد بصرہ میں امامت کراتے رہے اور چالیس برس آپ نے عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی[۵]"

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ شیخ ابو طالب مکیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ

---

[۱] حلیۃ الاولیاء بحوالہ اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۱ [۲] اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۳ ، [۳] حلیۃ الاولیاء بحوالہ اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۴
[۴] حلیۃ الاولیاء بحوالہ اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۷ [۵] ایضاً صفحہ ۷۳

''چالیس تابعین سے بطریقِ تواتر ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، ان میں سے بعض تابعین کا چالیس برس تک یہی عمل رہا''

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے چند تابعین کے نام بھی ذکر کیے ہیں مثلاً سعید بن مسیب صفوان بن سُلیم، فُضیل[1] بن عیاض، وھیب بن ورد، طاءوس بن کیسان، وھب بن مُنَبِّہ، ربیع بن خیثم، حَکَم بن عتیبہ، ابوسلیمان دارانی، علی بن بکار، ابوعبداللہ الخواص۔ حبیب عجمی، ابو جابر سلمانی، مالک بن دینار، سلیمان التیمی، یزید رقاشی، حبیب بن ثابت، یحیی البَکَّاء کھمس بن منھال، ابوحازم، سلمہ بن دینار، محمد بن منکدر وغیرہ وغیرہ[2]

قارئین محترم ذرا سوچیے کہ جو عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت ہو وہ بدعت ہوسکتا ہے؟ اُسے غلط کہا جاسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ایسی صورت میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جو امام عالی مقام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عمل کو غلط اور بدعت کہتا ہے وہ خود غلط اور بدعتی ہے اور امام صاحب کے بارہ میں بغض وحسد کا شکار ہے۔

زبانِ خلق کو نقّارۂ خدا سمجھو:

امام عالی مقام پہلے تمام رات جاگ کر نہیں گزارتے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس کے بعد آپ نے رات کو سونا چھوڑ دیا اور تمام رات جاگ کر گزارنے لگے۔ قارئین وہ واقعہ شیخ موفق بن احمد کی زبانی ملاحظہ فرمائیں

---

[1] علامہ زَبیدیؒ نے حضرت فضیل بن عیاض اور وھیب بن ورد کے بارہ میں تصریح کی ہے کہ ان حضرات نے بھی چالیس برس عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی، [2] احیاء العلوم مع شرح اتحاف السادۃ المتقین جلد ۵ صفحہ ۵۵۰

امام موفق بن احمدؒ لکھتے ہیں

''حضرت قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک بچوں کے چیخنے کی آواز آئی وہ کہہ رہے تھے کہ یہ ابو حنیفہ ہیں جو ساری رات نہیں سوتے (جاگ کر گزارتے ہیں) امام ابو حنیفہؒ نے بھی بچوں کی یہ بات سنی، آپ خود کو مخاطب کر کے کہنے لگے، اے نفس تیرے بارہ میں وہ بات کہی جا رہی ہے جو تجھ میں نہیں ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی ''يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا '' (اور یہ چاہتے ہیں کہ اُن کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے) پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: ابو یوسف دیکھ رہے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ بخدا اب میں مرتے دم تک بستر پر پہلو نہیں رکھوں گا[1]۔''

امام عالی مقام نے یہ سوچ کر کہ جو بات مجھ میں نہیں ہے وہ میرے بارے میں کہی جا رہی یہ درحقیقت نقارۂ خداوندی ہے اس لیے مجھے وہ بات اپنانی چاہیے چنانچہ آپ نے ہمیشہ کے لیے شب کو جاگنے کا معمول بنالیا، آپ ساری رات جاگ کر گزارنے لگے۔ البتہ دن میں ظہر کی نماز سے پہلے کچھ دیر کے لیے سوجاتے تھے۔

امام عالی مقام پر دوسرا اعتراض

امام عالی مقام کے بارہ میں جب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ روزانہ تہجد

[1] مناقب موفق صفحہ ۲۲۰

میں ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے تو اس پر بھی یہی معترضین اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ ایک رات میں پورا قرآن ختم کرنا تو صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں اس سے منع آیا ہے کم از کم تین دن میں قرآن ختم کرنا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض بھی معترضین کی قلتِ فہم اور اَسلاف کے معمولات سے ناواقفی پر مبنی ہے، اس لیے کہ کسی بھی صحیح حدیث میں ایک شب یا ایک دن میں پورا قرآن ختم کرنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ بہت سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور تبع تابعین سے ثابت ہے کہ وہ ایک شب یا ایک دن میں پورا قرآن ختم کر لیتے تھے، بعض سے تو کئی کئی قرآن کا ختم کرنا بھی نقل کیا گیا ہے، اس موقع پر قارئین کے اطمینان کے لیے چند صحابۂ کرام تابعین و تبع تابعین اور دیگر اَکابرِ اُمت کی تلاوت کے معمول ذکر کیے جاتے ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایک شب یا ایک دن میں پورا قرآن ختم کر لینا جائز ہے، اگر حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ یہ اتنے بڑے بڑے حضرات ایک دن و رات میں قرآن ختم کرنے کا معمول اپناتے،

(۱) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں پیچھے گزر چکا ہے کہ آپ روزانہ تہجد میں ایک قرآن ختم کرتے تھے،

''عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی'' کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے کہا آج رات میں مقام ابراھیم پر غالب رہوں گا، چنانچہ میں عشاء کی نماز پڑھ کر مقامِ ابراھیم پہونچا، میں وہاں کھڑا تھا کہ اتنے میں ایک صاحب نے میری کمر پر ہاتھ رکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے سورۂ فاتحہ شروع

کی پھر پڑھتے رہے یہاں تک کہ پورا قرآن ختم کر دیا، پھر رکوع وسجدہ کیا[۱]"

خارجہ بن مصعبؒ کا یہ قول بھی پیچھے گزر چکا ہے کہ چار بزرگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھا ہے (۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ (۳) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

(۲) حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ دن میں آٹھ قرآن پاک ختم کر لیتے تھے[۲]

(۳) حضرت تمیم داریؓ ایک رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کر لیتے تھے[۳]

(۴) حضرت اَسود بن یزید رحمہ اللہ (م: ۷۵ھ) رمضان المبارک میں دو راتوں میں ایک قرآن پاک ختم کرلیا کرتے تھے[۴]

(۵) حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (م: ۹۴ھ) نے کعبۃ اللہ میں ایک رکعت میں پورا قرآن پاک ختم کیا، آپ کا معمول ہر دو راتوں میں ایک قرآن پاک ختم کرنے کا تھا[۵]

(۶) حضرت مجاہد رحمہ اللہ (م ۱۰۱ھ) رمضان المبارک میں مغرب وعشاء کے درمیان ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے[۶]

(۷) حضرت ثابت بُنانی رحمہ اللہ (م: ۱۲۷ھ) ہر روز ظہر وعصر کے درمیان ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے[۷]

(۸) حضرت منصور بن زاذان بن عباد تابعی رحمہ اللہ (م: ۱۳۱ھ) ہر روز ظہر

---

۱ اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۱، ۲ اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۴، ۳ کتاب الانساب الامام اسمعانی بحوالہ اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۲، ۴ حلیۃ الاولیاء بحوالہ اقامۃ الحجہ صفحہ ۶۷، ۵ اقامۃ الحجہ صفحہ ۱۷، ۶ کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۱۳۴، ۷ اقامۃ الحجہ صفحہ ۷۰

وعصر کے درمیان ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے، کبھی مغرب وعشاء کے درمیان ختم کر لیتے تھے، رمضان المبارک میں مغرب وعشاء کے درمیان دو قرآن پاک ختم کرتے تھے، عشاء کی نماز چوتھائی رات گزرنے پر پڑھتے تھے[1]

⑨ حضرت قتادہ بن دِعامہ رحمہ اللہ (م:۱۱۷ھ) کا معمول تھا کہ سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرتے تھے، رمضان المبارک آتا تو پھر ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے، جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو ہر رات میں ایک مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے تھے[2]

⑩ حضرت سلیم بن عتر رحمہ اللہ (م:۷۵ھ) جو بڑے تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح مصر میں شریک تھے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں قصص کا امیر بنایا تھا ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین قرآن پاک ختم کرتے تھے[3]

⑪ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتے سعد بن ابراھیم رحمہ اللہ (م:) ہر روز ایک قرآن ختم کرتے تھے، آپ تبع تابعین میں سے تھے[4]

⑫ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ (م۲۰۴ھ) رمضان المبارک میں ساٹھ قرآن پاک ختم کرتے تھے ایک دن میں ایک رات میں، امام حمیدیؒ کا کہنا ہے کہ آپ عام دنوں میں ہر روز ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے[5]

⑬ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ کے بارہ میں علامہ ابن حجرؒ

---

[1] کتاب الاذکار صفحہ ۱۳۳، [2] حلیۃ الاولیاء بحوالہ اقامۃ الحجۃ صفحہ ۱۷، [3] اتحاف السادۃ المتقین جلد ۵ صفحہ ۲۷، [4] اقامۃ الحجۃ صفحہ ۹۰، [5] اقامۃ الحجۃ صفحہ ۹۱

امام حاکمؒ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ''حضرت امام بخاریؒ کا معمول تھا کہ جب رمضان کی پہلی شب آتی تو لوگ آپ کی خدمت میں جمع ہو جاتے، آپ اُنہیں اس شان سے نماز پڑھاتے کہ ہر رکعت میں بیس آیتوں کی تلاوت کرتے، اس طرح رمضان شریف میں ایک قرآن کریم ختم فرماتے تھے، پھر خود تنہا بوقتِ سحر قرآن کریم نصف اور تہائی کے درمیان درمیان پڑھتے تھے اور اس طرح بوقتِ سحر ہر تین راتوں میں ایک قرآن پاک ختم فرمادیتے۔ پھر رمضان المبارک میں دن بھر تلاوت فرماتے اور روزانہ ایک قرآن پاک ختم فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعاء قبول ہوتی ہے[۱]''

علامہ ابن حجرؒ کے اس حوالے سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ رمضان المبارک میں اکتالیس قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ دس قرآن تہجد میں، تین دن میں ایک قرآن کے حساب سے، تیس قرآن دن میں، ہر روز ایک قرآن کے حساب سے اور ایک قرآن تراویح میں، اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام بخاریؒ کے نزدیک تین دن سے کم مدت میں قرآن کریم ختم کرنا جائز ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں باقاعدہ ایک باب قائم کرکے یہ بات ثابت فرمائی ہے، ملاحظہ فرمایے بخاری شریف جلد۲ صفحہ ۷۵۵

بہرکیف صحابہ کرام تابعین عظام اور اَسلاف امت کے اِن معمولات سے ثابت ہو رہا ہے کہ تین دن سے کم مدت میں قرآن کریم ختم کرنا جائز ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو ناممکن تھا کہ یہ حضرات ناجائز کا ارتکاب کرتے،

---

۱ ھدی الساری صفحہ ۴۸۱

رہی وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ "جس نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا اسے غور وفکر اور تدبر میسر نہیں آسکتا"[1] تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اکثر افراد کے اعتبار سے ہے کہ اکثر افراد کا حال ایسا ہی ہے کہ انہیں کم مدت نے اندر قرآن ختم کرنے میں تدبر میسر نہیں آسکتا، تمام افراد کے اعتبار سے یہ حدیث نہیں ہے کیونکہ بہت سے صحابہ وتابعین اور اسلافِ اُمت سے تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرنا ثابت ہے ان کے بارہ میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بزرگ بغیر غور وفکر اور تدبر کے قرآن پڑھتے تھے، ایک جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ اس حدیث پاک کا تعلق اُن حضرات سے ہے جو صاحبِ کرامت نہیں ہیں اُن کے بارہ میں کہا جاسکتا ہے کہ اُنہیں تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم کرنے میں تدبر میسر نہیں آسکتا، رہے وہ اَصحاب واَشخاص جو صاحبِ کرامت ہیں اُنہیں کم سے کم مدت میں بھی بہت کچھ تدبر حاصل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اَوقات میں برکت عطا فرمادیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ حضرات تھوڑی سی مدت میں وہ کام کرلیتے ہیں جو دوسرے لوگ زیادہ سے زیادہ مدت میں بھی نہیں کرپاتے۔ بہرطور صحابہ وتابعین اور اَسلافِ اُمت کے اِن معمولات کی موجودگی میں اس حدیث پاک کو تین دن سے کم مدت میں قرآن پاک ختم کرنے کے منع یا مکروہ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا[2]

ایک غلط نظریہ کی تردید:

امام عالی مقام کے تلاوت قرآن کی بات چل رہی ہے کہ آپ انتہائی

[1] ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۹۷ ، [2] حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اس مبحث سے متعلق ایک نفیس رسالہ اقامة الحجة فی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعة تحریر فرمایا ہے اہل علم اس کی طرف مراجعت فرمائیں

کثرت کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے حتّٰی کہ آپ کا معمول بن گیا تھا کہ روزانہ تہجد میں ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ اِس سے اُن لوگوں کی بخوبی تردید ہو جاتی ہے جو امام عالی مقام کو روایتِ حدیث میں اس لیے ضعیف قرار دیتے ہیں کہ آپ کا حافظہ کمزور تھا، وجہ یہ ہے کہ جو ہستی روزانہ قران پاک نماز میں ختم کرے ایک ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لے، جو حافظ القرآن ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ الحدیث[1] بھی ہو، جس کے مجتہد مطلق ہونے پر امت کا اجماع ہو، جو فقیہ بلکہ سید الفقہاء ہو اس کے بارہ میں یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا حافظہ کمزور ہوگا، امام عالی مقام کے بارہ میں ایسا نظریہ سوائے تعصب کے اور کچھ نظر نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ یہ نظریہ اُن لوگوں نے قائم کیا ہے جو امام عالی مقام سے سالہا سال بعد پیدا ہوئے ہیں، رہے امام عالی مقام کے معاصرین اور ممتاز محدثین وہ امام عالی مقام کی ثقاہت اور قوتِ حفظ کے تہہ دل سے قائل ہیں

چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"کان ابو حنیفة تقیا نقیا	ابو حنیفہ پرہیز گار، پاکیزہ صفات، زاہد، عالم زبان
زاهدًا عالمًا صدوق اللسان	کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ
احفظ اهل زمانه سمعتُ کلَ	حافظہ والے تھے، میں نے ان کے معاصرین میں
من ادرکتُه من اهل زمانه	سے جتنے لوگوں کو بھی پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ
یقول انه ما رَأی اَفْقه منه[2]"	اس نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا،

[1] حافظ الحدیث اسے کہا جاتا ہے جسے ایک لاکھ حدیثیں سنداً اور متناً زبانی یاد ہوں۔ امام عالی مقام کو علامہ ذھبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں علامہ سیوطیؒ نے طبقات الحفاظ میں اور علامہ صالحی دمشقیؒ نے عقود الجمان میں حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، [2] اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری صفحہ ۳۶

سید الحفاظ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے ایک بار اُن کے شاگرد احمد بن محمد بغدادیؒ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق اُن کی رائے دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

"عدل ثقة ماظنك بمن عدّله ابن المبارك ووكيع[1]"

سراپا عدالت ہیں، ثقہ ہیں، ایسے شخص کے بارہ میں تمہارا کیا گمان ہے جس کی ابن مبارک اور وکیع نے توثیق کی ہے،

علامہ جمال الدین مزّی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"قال محمد بن سعد العوفی، سمعت یحیی بن معین یقول كان ابو حنيفه ثقة لا يحديث بحديث الا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظ، وقال صالح بن محمد الاسدی الحافظ سمعت یحیی بن معین يقول كان ابو حنيفة ثقة في الحديث[2]"

محمد بن سعد العوفی فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو سنا آپ فرمارہے تھے کہ ابو حنیفہ ثقہ ہیں اور وہی حدیث بیان کرتے ہیں جو اُنہیں حفظ ہوتی ہے اور جو حفظ نہیں ہوتی وہ بیان نہیں کرتے، حافظ الحدیث صالح بن محمد اسدی فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے سنا ہے کہ ابو حنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے۔

امام الجرح والتعدیل حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"وانه والله لَاَعلمُ هٰذِهِ الامة بما جاء عن الله ورسوله[3]"

واللہ ابو حنیفہؒ اس اُمت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا

[1] مناقب ابی حنیفہ للامام الکردری صفحہ ۱۰۱، [2] تہذیب الکمال جلد ۲۹ صفحہ ۴۲۴، [3] مقدمہ کتاب التعلیم صفحہ ۱۳۴

ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

امام عالی مقام کے بارہ میں فن جرح وتعدیل کے اِن جلیل القدر ائمہ کی توثیق کے بعد نچلے درجے کے لوگوں کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

امام عالی مقام پر قرآن پاک کا اثر:

امام عالی مقام پر قرآن کریم کی تلاوت کے وقت بہت ہی زیادہ اثر ہوتا تھا بسا اوقات ایسا ہوتا کہ اگر کوئی آیت آخرت اور اس کی ہولنا کیوں کے متعلق آجاتی تو اسی کو پڑھتے پڑھتے ساری رات گزر جاتی، بعض اوقات آپ پر لرزہ اور کپکپی طاری ہو جاتی،

حضرت امام صاحب کے شاگرد حضرت زفر بن ہذیلؒ فرماتے ہیں

''ایک مرتبہ امام صاحبؒ نے ہمارے یہاں رات گزاری، تہجد کی نماز میں قراءت کرتے ہوئے جب آپ اس آیت پر پہنچے بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے، قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے) تو اس آیت کو پڑھتے پڑھتے ساری رات گزار دی[1]''

یہی واقعہ حضرت قاسم بن معنؒ سے بھی مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ امام صاحبؒ اس آیت کو پڑھتے ہوئے روتے اور گڑگڑاتے رہے[2]

حضرت ابوزائدہؒ فرماتے ہیں

''ایک مرتبہ ایسے ہوا کہ میں نے امام صاحب کی مسجد میں

---

[1] مناقب موفق صفحہ ۲۰۸ ، [2] عقود الجمان صفحہ ۲۲۴

امام صاحبؒ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر سب لوگ چلے گئے، میری موجودگی کا کسی کو علم نہیں ہوا، میں امام صاحبؒ سے علیحدگی میں ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا تھا، لیکن ہوا یہ کہ امام صاحبؒ نماز کے لیے اُٹھے نیت باندھی اور قراءت شروع کردی جب اس آیت پر پہونچے فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذابِ دوزخ سے بچالیا) تو اسی کو بار بار پڑھتے رہے، میں انتظار میں تھا کہ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں، مگر آپ نے اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کردی حتی کہ مؤذن نے آکر فجر کی اذان دے دی[1]"

یزید بن کمیتؒ فرماتے ہیں کہ

"امام ابو حنیفہؒ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے، ایک دفعہ ایسے ہوا کہ علی بن حسن مؤذنؒ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ اذا زلزلت تلاوت کی، پیچھے (صف میں) امام ابو حنیفہؒ بھی شریکِ نماز تھے، جب ہم نے نماز پوری کی اور لوگ چلے گئے تو میں نے امام صاحبؒ کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے کسی سوچ میں مبتلا ہیں اور لمبے لمبے سانس لے رہے ہیں میں نے جی میں کہا کہ اُٹھو امام صاحبؒ کے قلب کو کسی اور طرف مشغول نہ کرو چنانچہ میں وہاں سے چلا

---

[1] مناقب ابی حنیفہ الامام الموفق صفحہ ۲۱۵

اور قندیل کو وہیں رہنے دیا، ویسے بھی اس میں تھوڑا سا تیل رہ گیا تھا، پھر میں صبح صادق کے وقت مسجد میں آیا تو دیکھا کہ امام صاحب کھڑے ہوئے ہیں اپنی ریش مبارک کو پکڑ رکھا ہے اور یوں مناجات کر رہے ہیں:

الٰہی! جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا آپ اُسے جزا دیں گے اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا آپ اُسے سزا دیں گے، اپنے بندے نعمان کو آگ اور ہر اُس برائی سے بچا لیجیے جو آگ میں لے جانے والی ہو اور اپنے بندہ کو اپنی وسیع رحمت میں داخل فرما لیجیے،

یزید بن کمیتؒ کہتے ہیں کہ میں نے آکر فجر کی اذان دی اور دیکھا کہ قندیل جل رہی ہے اور امام صاحبؒ کھڑے مناجات میں مشغول ہیں، میں امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا شاید تم قندیل لینے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ صبح صادق ہو چکی ہے اور میں فجر کی اذان دے کر آرہا ہوں، امام صاحبؒ نے فرمایا: میری جو کیفیت تم نے دیکھی ہے اُسے راز میں رکھنا، پھر آپ نے فجر کی سنتیں پڑھیں اور آرام سے بیٹھ گئے، یہاں تک کہ میں نے نماز کی اقامت کہی، امام صاحبؒ نے ہمارے ساتھ ہی شروع رات کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی[1]''

[1] مناقب موفق صفحہ ۲۱۵

امام عالی مقام کو ذوقِ تلاوت کہاں سے حاصل ہوا؟

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جانتے چلیں کہ امام عالی مقام کو ذوقِ تلاوت اور قرآن کریم سے اس قدر اثر انگیزی کہاں سے حاصل ہوئی؟ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ذوقِ تلاوت میں اہل بیت کرام کا دخل ہے اہل بیت اَطہار میں سے دو بزرگ حضرت امام زید اور آپ کے بھتیجے حضرت امام جعفر صادق رحمہما اللہ دونوں امام عالی مقام کے اَجَل اساتذہ میں سے ہیں اور دونوں کو انتہائی درجہ کا ذوق تلاوت حاصل ہے۔

امام زیدؒ کے بارہ میں آتا ہے کہ آپ قرآن پاک کے حافظ اور انتہائی جید قاری تھے حتی کہ دیگر قراء کی طرح آپ کی بھی مستقل قراءت نقل کی گئی ہے، مقریزیؒ کا کہنا ہے آپ لوگوں میں ''حلیف القرآن'' کے لقب سے مشہور تھے، امام زید رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں ''خلوت بالقرآن ثلاث عشرة سنة اقرأه واتدبره[1] '' میں تیرہ برس تک خلوت میں قرآن پاک پڑھتا اور اس میں غور و تدبر کرتا رہا ہوں

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے بارہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''اِختلفتُ الیه زمانًا فما کُنتُ اراه اِلَّا علٰی ثلاث خصال اِمَّا مصلٍ واِمَّا صائمٍ واِمَّا یقرأ القرآن، وما رأیته یحدث اِلَّا علٰی طهارة[2]''

---

[1] الخطط للمقریزی جلد ۳ صفحہ ۳۲۵ بحوالہ الامام زید بن علی المفتری علیہ صفحہ ۲۷، [2] التھذیب جلد ۲ صفحہ ۱۰۴

ایک زمانہ تک میں آپ کے پاس آتا جاتا رہا، میں نے جب
بھی آپ کو دیکھا تین کاموں میں سے ایک نہ ایک کام کرتے
ہوئے دیکھا یا آپ نماز پڑھ رہے ہوتے یا روزہ سے ہوتے
یا قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہوتے، میں نے یہ بھی دیکھا
کہ آپ بغیر وضو کے حدیث بیان نہیں کرتے تھے

قارئینِ محترم: اس مقام پر یہ بتا دینا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کو اہلِ بیت کرام سے انتہائی درجہ کا تعلق تھا، آپ اہلِ بیت کرام کی خدمت میں رہنے اور اُن کی خدمت کرنے کو باعثِ سعادت خیال فرماتے تھے، آپ نے امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور امام زید رحمہم اللہ سے علومِ نبوت اور اَشغالِ طریقت حاصل کیے، اہلِ بیت کی جانب سے اُٹھنے والی ہر تحریک کا ساتھ دیا اسی جرم میں آپ کو امام ابراہیمؒ کی شہادت کے بعد کوفہ سے لا کر بغداد کے زندان خانہ میں قید کیا گیا اور زبردستی زہر دے کر آپ کو شہید کر دیا گیا اور اسی جیل خانہ سے آپ کا جنازہ اُٹھا جس جیل خانہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کا جنازہ اُٹھا تھا

؎ بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

اس بنا پر حق ہے کہ امام عالی مقام کو محبِ اہلِ بیت اور شہیدِ اہلِ بیت کہا جائے۔

امام عالی مقام کی درس گاہ میں حفظ قرآن کا اہتمام:

امام عالی مقام کے اصولِ اجتہاد میں چونکہ اوّلیت قرآن کریم کو حاصل تھی کہ اس کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی ضرورت وحاجت نہیں ہوتی اسی طرح امام عالی مقام کے مذاق ومزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ترجیح بھی اُنہیں روایات کو دیتے تھے جواَوفق بالقرآن ہوتی تھیں اس لیے آپ کی مجلس درس میں حفظِ قرآن کا خاص اہتمام تھا یہی وجہ ہے کہ جب آپ کے شاگرد رشید امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے آپ کی مجلسِ فقہی کے جلال سے متاثر ہو کر اس مجلس بالفاظِ دیگر اس درس گاہ میں داخلہ کی درخواست پیش کی تو امام عالی مقام نے فرمایا: اِسْتَظْهِرِ الْقُرْآنَ اَوَّلًا" پہلے آپ قرآن پاک حفظ کیجیے، راوی کا کہنا ہے "فَغَابَ سَبْعَةَ اَیَّامٍ ثُمَّ جَاءَ وَقَالَ حَفِظْتُه[1]" آپ چلے گئے اور سات دن تک مدرسہ نہ آئے آٹھویں دن حاضر ہوئے تو عرض کیا میں قرآن یاد کر آیا ہوں،

امام عالی مقام اور معلمِ قرآن کا احترام:

امام عالی مقام کے پوتے محدث اسماعیل بن حمادؒ فرماتے ہیں

"جب (میرے والد) حمادؒ نے معلمِ قرآن کے پاس سورۂ فاتحہ ختم کی تو (میرے دادا) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے استاذ کی خدمت میں پانچ سو درہم بھیجے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک ہزار درہم بھیجے،

ابن جبارہ نے اپنی کتاب کامل میں نقل کیا ہے کہ استاذ کو

---

[1] مناقب امام ابی حنیفۃ للامام الکردری صفحہ ۴۲۸

جب یہ رقم پہونچی تو انہوں نے کہا کہ میں نے کیا کیا ہے جو امام صاحبؒ نے اتنی بڑی رقم مجھے بھیجی ہے؟ امام صاحب کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور فرمایا: بزرگوار جو کچھ آپ نے میرے بچے کو پڑھایا ہے اُسے حقیر مت سمجھیے بخدا اگر میرے پاس اس وقت اس سے زیادہ ہوتا تو قرآن کریم کی تعظیم میں اور زیادہ دیتا[1]"

اللہ کے ولیوں کو کہاں تلاش کیا جائے امام عالی مقام سے سوال:

حضرت امام عالی مقام کے عشق قرآن کا اس سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ قراء کرام کو اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں چنانچہ حضرت قاری بسم اللہ بیگ رحمہ اللہ قراء کرام کے تذکرہ میں لکھی گئی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں

"امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو کہاں تلاش کیا جائے تو فرمایا قرآن پڑھنے والوں میں، کہا کہ ان میں تو کرامتیں نہیں دکھائی دیتیں، تو فرمایا اگر ان کو خدا کا ولی نہ تسلیم کیا جائے تو روئے زمین پر خدا کا کوئی دوست نہیں ہو سکتا[2]"

امام عالی مقام کے عشق قرآن اور تعلق مع القرآن کے طفیل اللہ تعالیٰ نے آپ کے متبعین میں کثیر تعداد میں کبار اولیاء کرام پیدا فرمائے جنہوں نے سلوک بالقرآن کے طریقہ کو اپنایا اور وصول الی اللہ کی دولت سے سرفراز ہوئے

[1] عقود الجمان صفحہ ۲۳۳ [2] تذکرہ قاریان ہند صفحہ ۳

دورانِ نماز قرآن میں مجید میں دیکھ کر قراءت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے امام عالی مقام کا فتویٰ:

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں اس میں ائمہ مجتہدین کی آراء مختلف ہیں، امام عالی مقام کا فتویٰ یہ ہے کہ اس طرح نماز فاسد ہو جاتی ہے جس کی بہت سی وجوہات[1] ہیں اس کے برخلاف دیگر ائمہ فسادِ صلوٰۃ کے قائل نہیں ہیں، قطع نظر اس سے کہ دلائل کس کا ساتھ دیتے ہیں، امام عالی مقام کے اس فتوے کا عالمگیر اثر یہ نظر آتا ہے کہ دنیا بھر میں احناف کے اندر حفاظِ قرآن جس کثرت کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں اس کے مقابلہ میں دیگر مسالک کے پیروکاروں میں چوتھائی کے برابر نظر نہیں آتے۔

---

[1] پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے ایک صاحب نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں قرآن پاک زبانی یاد نہیں کر سکتا اس لیے کوئی ایسی چیز بتلائیں جس کا نماز میں پڑھنا کافی ہو آپ نے فرمایا تم یہ کہہ لیا کرو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ (ابو داؤد جلد ا صفحہ ۱۲۱ نسائی جلد ا صفحہ ۱۰۷ مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۵۳) اس حدیث پاک سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ دورانِ نماز قرآن میں دیکھ کر قراءت کرنا جائز نہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ اگر یہ جائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان صاحب سے یہ فرما دیتے کہ بھئی اگر زبانی یاد کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو قرآن میں دیکھ کر قراءت کر لیا کرو، دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۳) امیر المؤمنین کا منع فرما دینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں قرآن میں دیکھ کر قراءت کرنا جائز نہیں، تیسری وجہ یہ ہے کہ دورانِ نماز قرآن پاک کو ہاتھ میں لینا پھر اس میں دیکھنا پھر اوراق کو پلٹنا یہ سب عملِ کثیر ہے اور عملِ کثیر مفسدِ صلوٰۃ ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ دورانِ نماز قرآن میں دیکھ کر قراءت کرنا تعلیم و تعلم کے زمرہ میں آتا ہے جو منافیِ صلوٰۃ ہے۔

امام عالی مقام اَوفق بالقرآن روایات کوترجیح دیتے ہیں:

پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ امام عالی مقام کے مزاج ومذاق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ اصول اپنایا ہے کہ اُن روایات کوترجیح ہوگی جونصوص قرآنیہ کے زیادہ موافق ہیں امام عالی مقام کے اس اصول سے جہاں آپ کے قرآن سے عشق ومحبت کا پتہ چلتا ہے وہیں اس سے بہت سے متنازع مسائل کا حل بھی نکل آتا ہے، ہم اس موقع پر چندایک مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ قارئین کو پتہ چلے کہ امام عالی مقام روایات کی کس قدر چھان بین کرتے ہیں اور کس قدر ان میں جمع وتطبیق کا خیال رکھتے ہیں،

رکوع میں جاتے اُٹھتے رفع یدین:

نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے میں سب ائمہ کا اتفاق ہے البتہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرنے میں اختلاف ہے امام عالی مقام امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے قائل ہیں باقی مقامات پر نہیں۔امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رکوع میں جاتے اور سر اُٹھاتے وقت بھی رفع یدین کرنے کے قائل ہیں، ذخیرہ احادیث میں روایات دونوں طرح کی پائی جاتی ہیں بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے تکبیر تحریمہ کے ساتھ رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کیا ہے، بعض دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا ہے

مقامات پر نہیں کیا، اس طرح روایات باہم متعارض ہوگئیں۔ امام عالی مقام نے ترجیح کے اصول کو اپناتے ہوئے اُن روایات کو ترجیح دی جن میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا تذکرہ ہے کیونکہ یہ روایات نصوصِ قرآنیہ کے زیادہ موافق ہیں اور اس طرح کتاب وسنت دونوں پر عمل ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مومنون کے شروع میں مؤمنِ کامل کے اَوصاف ذکر کرتے ہوئے ایک وصف خشوع ذکر کیا ہے ارشاد گرامی ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ بلاشبہ اُن اہلِ ایمان نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں، خشوع کے لغوی معنی سکون کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں سکون یہ ہے کہ قلب میں بھی سکون ہو (یعنی غیر اللہ کے خیال کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے) اور اعضاءِ بدن میں بھی سکون ہو، بعض صحابہ وتابعین نے بھی خشوع کی تفسیر سکون سے کی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ سکون رفع یدین کرنے میں ہے یا نہ کرنے میں؟ معمولی سی معمولی سمجھ کے آدمی سے بھی پوچھا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ سکون رفع یدین نہ کرنے میں ہے، بس یہی وجہ ہے کہ امام صاحبؒ نے ان روایات کو ترجیح دی جو رفع یدین نہ کرنے کے سلسلہ میں آئی ہیں کیونکہ وہ نصِ قرآنی اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں) کے موافق ہیں امام صاحب کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو اس آیت کی تفسیر کی ہے اس سے بھی ہوتی ہے، حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَايَلْتَفِتُوْنَ يَمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا وَّلَايَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ[1]" وہ عاجزی اور تواضع اختیار کرتے

[1] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس صفحہ ۲۱۲ طبع مصر

ہیں دائیں بائیں التفات نہیں کرتے اور نماز میں رفع یدین بھی نہیں کرتے۔

ایسے ہی وہ حدیث جو حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں حضور علیہ السلام نے رفع یدین سے منع فرمایا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ يَعْنِيْ رَافِعُوْا اَيْدِيْنَا فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَا بَالُهُمْ رَافِعِيْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسِ، اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ [1]"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارکہ سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے آپ نے فرمایا انہیں کیا ہوا کہ نماز کے اندر اس طرح رفع یدین کر رہے ہیں جس طرح بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں اٹھی ہوئی ہوں نماز کے اندر سکون اختیار کرو۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث "باب الخشوع فی الصلٰوۃ" کے عنوان کے تحت ذکر کی ہے [2] اور وہ بھی اس طرح کہ پہلے سورۂ مومنون کی مندرجہ بالا آیت درج فرمائی پھر اس کے بعد مذکورہ حدیث مبارک، اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے اندر رفع یدین خشوع فی الصلٰوۃ کے خلاف ہے اس لیے امام عالی مقام نے اُن احادیث کو ترجیح دی جن میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے کیونکہ وہ نصِ قرآنی کے موافق ہیں۔

---

[1] نسائی جلد ا صفحہ ۱۳۳، مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۱ ، [2] سنن کبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۸۰۔

ایک اعتراض کا جواب:

کچھ لوگ اس موقع پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نماز کے اندر رفع یدین کرنا اگر اس نص کے خلاف ہے تو پھر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت کیا جانے والا رفع یدین نماز کے اندر نہیں ہے، نماز کے باہر ہے کیونکہ رفع یدین پہلے کیا جاتا ہے اور تکبیر تحریمہ بعد میں کہی جاتی ہے اور نماز تکبیر تحریمہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ[1] نماز کی تحریم تکبیر ہے اور نماز کی تحلیل تسلیم ہے اس حدیث پاک میں تحریم بول کر دخول فی الصلوٰۃ اور تحلیل بول کر خروج عن الصلوٰۃ مراد لیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں دخول اور نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے،

کچھ لوگ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ پھر وتر میں اور عیدین کی نمازوں میں بھی رفع یدین نہیں ہونا چاہیے جواب یہ ہے کہ یہ نص کے مقابلہ میں قیاس ہے اس لیے اسے رد کیا جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ احادیث میں اُن نمازوں کا طریقہ ہی یہ بتلایا گیا ہے اور کوئی روایت اس طریقہ کے خلاف نہیں ملتی جب کہ عام نمازوں میں رکوع میں جاتے اُٹھتے رفع یدین کے سلسلہ آنے والی روایات نہایت متعارض ہیں اس لیے وتر اور عیدین میں کیے جانے والے رفع یدین کو عام نمازوں پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹

تشہد میں اشارہ کے وقت انگلی ہلانا:

سورۂ مومنون کی مندرجہ بالا آیت سے ایک اور مسئلہ کا حل بھی نکل آتا ہے وہ یہ کہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تشہد میں اشارہ کے وقت انگشتِ شہادت کو حرکت دیتے تھے اور ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حرکت نہیں دیتے تھے[۱]۔ دونوں روایتیں بظاہر متعارض ہیں

حضرت امام مالکؒ نے حرکت والی حدیث کو ترجیح دے کر اشارہ کے وقت انگشتِ شہادت کے حرکت دینے کا قول کیا ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے حرکت نہ دینے والی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے بوقت اشارہ حرکت نہ دینے کا قول کیا ہے، وجہ وُہی ہے کہ نصوص میں نماز کے اندر سکون اختیار کرنے کا حکم ہے اور حرکت سکون کے خلاف ہے اس لیے امام عالی مقام نے انگلی کو حرکت نہ دینے والی روایت کو ترجیح دی کہ یہ روایت اوفق بالقرآن ہے۔

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ؟

امام عالی مقام کے اس اصول سے کہ آپ اُن احادیث کو ترجیح دیتے ہیں جو اَوفق بالقرآن ہوتی ہیں اِس مسئلہ کا حل بھی نکل آتا ہے کہ جماعت میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ جہری نمازوں میں تو ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مقتدی کو خاموش رہنا چاہیے اور سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے البتہ سرّی نمازوں میں امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اِباحت کے

[۱] دیکھیے ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۲

قائل ہیں امام شافعی رحمہ اللہ وجوب کا قول کرتے ہیں اور امام عالی مقامؒ سرے سے جائز ہی نہیں سمجھتے، ذخیرہ احادیث میں روایات دونوں طرح کی ملتی ہیں بعض سے پتہ چلتا ہے کہ مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنی جائز ہے اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ بالکل جائز نہیں دیگر تمام ابحاث سے ہٹ کر امام عالی مقام نے اپنے اصول کے مطابق اُن روایات کو ترجیح دی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کے لیے فاتحہ پڑھنی جائز نہیں اس لیے کہ یہ روایات اوفق بالقرآن ہیں چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۂ اعراف آیت ۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم ہو، یہ آیت کریمہ نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، دلیل یہ ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے حضرت یُسَیر بن جابرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قراءت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا "اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَفْقَهُوْا اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ[1]" کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھ اور عقل سے کام لو۔ جب قرآن کریم کی قراءت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے،

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے

[1] تفسیر طبری جلد ۹ صفحہ ۱۱۰

اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الآیۃ) نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے نیز اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ امام اگر اونچی آواز سے قراءت کر رہا ہو تو مقتدی پر قراءت واجب نہیں ہے[1]

جب یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور اس میں سِرّی و جہری نماز کا کوئی فرق نہیں کیا گیا تو پھر اس کا تقاضا یہی ہے کہ امام کی قراءت کے ساتھ مقتدی قراءت نہ کرے، اس طرح وہ روایات جن میں مقتدی کو قراءت سے منع کیا گیا ہے وہ قرآن کے موافق ہو جاتی ہیں اسی لیے امام عالی مقام ان کو ترجیح دیتے ہیں

نماز میں آمین سِرًّا یا جہرًا؟

امام عالی مقام کے اس اصول وضابطہ سے ایک اور مشہور اختلافی مسئلہ کا حل بھی نکل آتا ہے کہ نماز میں آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیے یا آہستہ آواز سے؟ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ امام تو سرے سے آمین کہے گا ہی نہیں اور مقتدی کو آہستہ آواز سے کہنی چاہیے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ امام اونچی آواز سے آمین کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فتوٰی یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں اونچی آواز سے آمین کہیں۔ امام عالی مقام حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مقتدیوں کی آمین کے بارہ میں ائمہ اربعہ میں سے تین امام اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں، صرف ایک امام حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس کے قائل ہیں کہ مقتدی اونچی

---

[1] فتاوی کبرٰی جلد۲ صفحہ ۱۶۸

آواز سے آمین کہیں، ذخیرہ احادیث میں روایات دونوں کی طرح ملتی ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیے اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ آہستہ آواز سے کہنی چاہیے، امام عالی مقام نے اپنے اصول کے مطابق اُن روایات کو ترجیح دی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے اس لیے کہ آمین میں دو حیثیتیں ہیں یا تو آمین دعا ہے، یا اللہ کے اسماءِ گرامی میں سے ایک اسم ہے، بہر دو صورت آمین آہستہ کہنی ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ اگر آمین کو دعاء کہا جائے جیسا کہ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ اسی کے قائل ہیں[1] تو اللہ تعالیٰ کا حکم دعاء کے بارہ میں وارد ہے کہ دعا آہستہ آواز سے ہونی چاہیے چنانچہ ارشاد باری ہے اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡیَۃً (۷-۵۵) تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے چپکے چپکے، حضرت زکریا علیہ السلام کی دعاء کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا (۱۹_۳) جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ آواز کے ساتھ پکارا،

اور اگر آمین کو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام قرار دیا جائے جیسا کہ حضرت مجاہدؒ اور حضرت جعفر صادقؒ کا کہنا ہے[2] تو آمین کہنا گویا اللہ کا ذکر کرنا ہوگا اور ذکر کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ذکر آہستہ آواز سے ہونا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ فِیۡ نَفۡسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیۡفَۃً وَّ دُوۡنَ الۡجَہۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ (۷_۲۰۵) اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو، الغرض آمین کو دعاء کہیں یا اِسۡمٌ مِنۡ اَسۡمَاءِ اللّٰہ بہر دو صورت نصوصِ قرآنیہ سے ثابت ہوتا

[1] دیکھیے بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۷ ، [2] دیکھیے تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۱ عربی

ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیے، اسی لیے امام ابوحنیفہؒ نے اُن روایات کو ترجیح دی ہے جن میں آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا ذکر ہے۔

بعینہٖ یہی بات امام فخر الدین رازی شافعی رحمہ اللہ (م:۶۰۶ھ) نے اپنی تفسیر میں بیان کی ہے اور باوجود شافعی المسلک ہونے کے اسی کو اپنا موقف بھی قرار دیا ہے چنانچہ امام رازیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

قال ابو حنيفة رحمه الله اخفاء التامين افضل وقال الشافعي رحمه الله اعلانه افضل واحتج ابو حنيفة علىٰ صحة قوله قال في قوله آمين وجهان احدهماانه دعاء والثاني انه من اسماء الله فان كان دعاء وجب اخفاؤه لقوله تعالىٰ (ادعوا ربكم تضرعا وخفية) وان كانلسما من اسماء الله تعالىٰ وجب اخفاؤه لقوله تعالىٰ (واذكر ربك في نفسك تضرعا وخيفة) فان لم يثبت الوجوب فلا اقل من الندبية ونحن بهٰذا القول نقول.[1]"	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے، امام ابوحنیفہؒ نیا اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آمین دعا ہے، دوسری یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین دُعا ہے تو پھر اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے دُعا کیا کرو تذلّل ظاہر کرکے اور چپکے چپکے، اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک

[1] التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی جلد ۱۴ صفحہ ۱۳۱

....	نام ہے تو بھی اس کا اخفاء واجب ہے
....	کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْکُرْ
....	رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ
....	تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً ۔اور یاد کرتا رہ اپنے
....	رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا
....	ہوا اگر اخفاء کا وجوب ثابت نہ بھی ہو تو کم
....	از کم مندوب و مستحب ہونا تو ثابت ہوتا
....	ہی ہے اور ہم بھی یہی قول کرتے ہیں
....	(کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیے)

دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا؟

امام عالی مقام کے اس اصول سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے وہ یہ کہ جمع بین الصلوٰتین یعنی دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر تو ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ عذر کی صورت میں جمع بین الصلوٰتین کرنا ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ کے نزدیک جائز ہے خواہ جمع حقیقی ہو یا جمع صوری، امام عالی مقام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جمع بین الصلوٰتین حقیقی صرف عرفات اور مزدلفہ میں جائز ہے اس کے علاوہ کہیں جائز نہیں اور اس میں عذر کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کا بھی کوئی اعتبار نہیں، ذخیرہ احادیث میں روایات دونوں طرح کی ملتی ہیں جمع الصلوٰتین کے جواز کی بھی اور عدم جواز کی بھی، امام عالی مقام نے اپنے اصول کے مطابق عدمِ جواز والی

روایات کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ نصوصِ قرآنیہ کے زیادہ موافق ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی" (۲_۲۳۸) محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی، ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (۴_۱۰۳) بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں، ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ (۱۰۷-۴-۵) پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں ان تمام آیات میں یہ بات واضح ہے کہ نماز کے اوقات مقرر ہیں۔ اُن کی محافظت واجب ہے اور اُن اوقات کی خلاف ورزی باعثِ عذاب ہے، ظاہر ہے کہ یہ آیات قطعی الثبوت والدلالۃ ہیں۔ اخبارِ آحاد اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتیں بالخصوص جبکہ اخبارِ آحاد میں صحیح توجیہہ کی گنجائش بھی موجود ہوا نہی وجوہات کی بناپر امام عالی مقام اُن روایات کو ترجیح دیتے ہیں جن سے جمع بین الصلوٰتین کا عدمِ جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ روایات اَوفق بالقرآن ہیں

قارئین محترم یہ چند مسائل بطور نمونہ ذکر کیے گئے ہیں ان جیسے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں امام عالی مقام نے انہی روایات کو ترجیح دی ہے جو اوفق بالقرآن ہیں طوالت کے خوف سے ہم انہیں پس انداز کر کے بات کو یہی ختم کرتے ہیں۔ اس موقع پر ہمارا مقصد فقط یہ بتلانا ہے کہ امام عالی مقام کو قرآن سے ازحد تعلق ہے جس کا ظہور ہر ہر مقام پر ہوتا نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ امام عالی مقام کے درجات بلند سے بلند تر فرمائیں اور ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

وما علینا الا البلاغ المبین

إن كان رفضاً حب آل محمد
فليشهد الثقلان أني رافضي

قاله الإمام الشافعي رحمة الله تعالى عليه

كتبه الفقير محمد [illegible]

SUFFAH TRUST
3-Mahmood Street Mohni Road Lahore.
URL: www.suffahtrust.org